فتاویٰ امن پوری (قسط ٦٦)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: لڑکی بٹھائے رکھنا اور شادی نہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: معقول رشتہ میسر آنے کے باوجود لڑکی بٹھائے رکھنا شرعاً وعقلاً درست نہیں۔ یہ کئی دنیاوی واُخروی خرابیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے سرپرست کو چاہیے کہ رشتہ ملنے کے بعد جلد از جلد بیٹی کی شادی کر دے، یہ سرپرست اور بیٹی کے لیے باعث شرف ہے۔

سوال: ایک سے زائد بیویاں کرنا کب جائز ہے؟

جواب: اگر شوہر بیویوں میں عدل قائم رکھ سکتا ہے اور ان کے بنیادی اخراجات اٹھا سکتا ہے، تو اس کے لیے ایک سے زائد شادیاں کرنا شرعاً جائز ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَالِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (النساء : ٣)

''اگر اندیشہ ہو کہ آپ یتیم اور نابالغ بچیوں میں عدل نہیں کر پاؤ گے، تو کہیں اور پسند کی شادی کرلو۔ دو دو، تین تین، چار چار، ایک سے زائد بیویوں میں عدل نہ کر سکو، تو ایک شادی کرلو یا لونڈی رکھ لو۔ بے اعتدالی سے بچنے کا یہ

بہترین ذریعہ ہے۔''

(سوال): شاہِ اسلام زیادہ سے زیادہ کتنی بیویاں رکھ سکتا ہے؟

(جواب): ہر اُمتی کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ بیک وقت چار سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کی بیویاں کتنی تھیں؟

(جواب): نبی کریم ﷺ کی گیارہ بیویاں تھیں۔(صحیح بخاری:۲۶۸) قرآن مجید نے ان کی حرمت بیان کی، انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا۔ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے، اس وقت آپ ﷺ کی نو بیویاں زندہ تھیں۔(صحیح بخاری:۲۸۴، صحیح مسلم:۳۰۹) وہ عائشہ، حفصہ، سودہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، میمونہ، زینب بنت جحش، جویریہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ دو وفات پا چکی تھیں؛ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی وفات پا چکی تھیں، اسی طرح زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی مدینہ میں وفات پا گئیں تھیں، آپ ﷺ کے نکاح میں کم عرصہ رہیں، واللہ اعلم!

ازواج مطہرات کا احترام واکرام نہ صرف ضروری ہے، بلکہ جزو ایمان ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾(الأحزاب: ٦)

''نبی (ﷺ) کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

❀ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج کو یہ شرف بخشا ہے کہ انہیں مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے، یعنی ان کی تعظیم کرنا، ان سے حسن سلوک کرنا، ان کی عزت وتوقیر کرنا، دوسرے مردوں کے ساتھ نکاح کی حرمت اور اپنی اصلی

ماؤں کے برخلاف ان (ماؤں) سے پردہ کرنا واجب قرار دیا ہے۔''

(تفسير القُرطبي : 123/14)

یاد رہے کہ بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے، کسی امتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں رکھے۔

سوال: ایک شخص اپنی عمر میں کتنے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے، البتہ یکے بعد دیگرے جتنے نکاح چاہے، کر سکتا ہے۔

سوال: کیا دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت ضروری ہے؟

جواب: شریعت کی رو سے دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں، یہ مرد کا حق ہے، وہ اسے بغیر اجازت استعمال کر سکتا ہے۔

سوال: نابالغ بچی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: نابالغ بچی کا نکاح جائز ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (319ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَّحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ.

''تمام معتبر اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے۔''

(المُغني لابن قدامة : 379/7)

❁ شارح بخاری مہلب بن احمد بن ابوصفرہ اندلسی (435ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّهٗ يَجُوزُ لِلْأَبِ تَزْوِيجُ ابْنَتِهِ الصَّغِيرَةِ الْبِكْرِ وَلَوْ

كَانَتْ لَا يُوطَأُ مِثْلُهَا .

''علما کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، گو وہ جماع کے قابل نہ ہو۔'' (فتح الباري لابن حجر : 190/9)

❁ علامہ ابن بطال ﷫ (449ھ) فرماتے ہیں:

''نابالغ بچی کا بالغ مرد سے نکاح بالا جماع جائز ہے، گو وہ ابھی پنگھوڑے میں ہی ہو، لیکن خلوت اس وقت اختیار کرے گا، جب جماع کے قابل ہو جائے۔''

(فتح الباري لابن حجر : 124/9)

❁ حافظ نووی ﷫ (676ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ تَزْوِيجِهِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ لِهٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث کی رو سے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ باپ کا نابالغ بچی کی شادی کرنا جائز ہے۔'' (شرح النّووي : 206/9)

اجماعِ امت کے خلاف کوئی دلیل مسموع نہیں ہوتی، اہل حق کا اجماع و اتفاق حق ہے۔ اور حق، حق کا معارض و مخالف نہیں ہوسکتا۔

اگر کوئی کہے کہ نکاح کا مقصود طبعی طور پر یہ ہے کہ بیوی سے شہوت پوری کی جائے اور اولاد پیدا کی جائے۔ نابالغ بچی کے ساتھ نکاح میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں، تو نکاح کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں نابالغ بچی سے نکاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، ایک وقت کے بعد اس نکاح کے طبعی فوائد حاصل ہو جائیں گے، ضروری نہیں کہ نکاح کے فوائد فوراً حاصل ہوں، بہرصورت نکاح کارِ خیر ہے۔

عقل ونقل اس کی تائید کرتی ہے کہ مجامعت ومقاربت اس وقت کی جائے گی، جب وہ اس کی اہل ہو جائے۔شریعت نے تو قبل از بلوغ نکاح کا جواز فراہم کیا ہے،بعض لوگ قبل از بلوغ تو کجا، بعد از بلوغت بھی نکاح سے روکتے ہیں اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں،جن کی عقل ونقل سے تائید نہیں ہوتی۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی جلدی شادی کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں، تاخیر سے شادی کرنا کئی پریشانیوں کا پیش خیمہ ہے اور انسانی صحت کے لیے انتہائی ناموزوں بھی ہے۔

سوال:''دودو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو۔'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : 3)

''جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دودو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

۞ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

''علامہ ابن قصار رحمہ اللہ کہتے ہیں: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عقد میں بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھے۔ ہمارے مطابق اس پر اجماع ہے۔بعض لوگ، جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، کہتے ہیں: بیک وقت نو بیویاں رکھی جا سکتی ہیں، ان کا استدلال یہ ہے کہ آیت کریمہ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کے مطابق اس عدد کو جمع کرنا جائز ہے، دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وفات پائی، تو آپ کی نو بیویاں تھیں۔ ہمارے لیے نبی کریم ﷺ اُسوہ

حسنہ ہیں۔ جماعت حقہ کی دلیل یہ ہے کہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ میں تینوں عددوں میں تخییر مراد ہے، نہ کہ ان کو جمع کرنا......اگر اس سے نو کا عدد مراد ہوتا، تو ایک مختصر لفظ (نو) سے عدول اختیار نہ کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرما دیتا: ''نو عورتوں سے نکاح کرلو۔'' جبکہ عرب نو کا عدد چھوڑ کر ''دو، تین اور چار'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے۔ لہٰذا فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کا پوشیدہ معنی یہ ہے کہ دو دو، تین تین، چار چار۔ اس سے تخییر مراد ہے۔ جیسا کہ اس فرمان باری تعالیٰ میں (تخییر مراد) ہے: ﴿أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ ''دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے (فرشتے)۔'' رہا ان کا یہ قول کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت نو بیویاں تھیں اور ہمیں آپ ﷺ کے نقشہ قدم پر چلنا چاہیے، تو ہم کہتے ہیں کہ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔''

(شرح صحيح البخاري: 190/7)

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

''جان لیجئے کہ دو، تین اور چار کے عدد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نو بیویاں رکھنا جائز ہے، جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے، یہ لوگ کتاب وسنت کے فہم سے دور ہیں اور اسلاف امت کے منہج سے منحرف ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''واؤ'' جمع کے لیے ہے، ساتھ یہ دلیل دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیک وقت نو بیویوں کو اپنے عقد میں جمع فرمایا ہے۔ جہالت پر مبنی یہ موقف روافض اور بعض اہل ظاہر کا ہے، انہوں نے ''مثنیٰ'' کے لفظ کو ''اثنین'' بنا دیا ہے، اسی

طرح ''ثلاث'' اور ''رباع'' کو بھی۔ بعض اہل ظاہر نے تو اس سے بھی قبیح حرکت کی ہے، انہوں نے اٹھارہ بیویوں کا جواز پیش کر دیا ہے، استدلال یہ ہے کہ ان الفاظ کا معنی تکرار کا ہے اور ''واؤ'' جمع کے لیے ہے، انہوں نے ''مثنیٰ'' کا معنی ''دو دو'' کیا، اسی طرح ''ثلاث'' اور ''رباع'' کا معنی بھی۔ یہ سب لغت اور سنت سے جہالت کا نتیجہ ہے اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ کیونکہ کسی بھی صحابی اور تابعی سے منقول نہیں کہ اس نے بیک وقت عقد میں چار سے زائد بیویاں رکھی ہوں۔......رہا نبی کریم ﷺ کے لیے (نو بیویوں کا) جواز، تو وہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے، جیسا کہ سورت احزاب میں اس پر بیان ہو گا۔ اب رہا ان کا کہنا کہ یہاں ''واؤ'' جمع کے لیے ہے، تو اگرچہ یہ بھی مستعمل ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے عرب کو فصیح ترین لغت کے ساتھ خطاب کیا ہے، عرب ''تسعۃ'' کا لفظ ترک کر کے ''اثنین، ثلاثۃ واربعۃ'' (دو، تین اور چار) نہیں کہتے۔ اسی طرح اہل عرب اس شخص سے قباحت کا اظہار کرتے ہیں، جو اٹھارا کا لفظ بولنے کی بجائے کہتا ہے: فلاں کو چار، چھ اور آٹھ (درہم) دیجئے۔

دراصل یہاں ''واؤ'' بدل کے لیے ہے۔ یعنی دو کی بجائے تین سے نکاح کرلو، تین کی بجائے چار سے نکاح کرلو۔ اسی لیے ''واؤ'' کے ساتھ عطف ڈالا، نہ کہ ''اَوْ'' کے ساتھ۔''

(تفسير القُرطبي : 17/5)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْحُرَّ يَجُوزُ لَهٗ أَنْ يَّنْكِحَ أَرْبَعَ حَرَائِرَ .

''امت کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان کے لیے بیک وقت چار آزاد عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔''

(شرح السّنة : 61/9)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

اس پر اہل علم کا اجماع ہے (کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے)۔''

(تفسير ابن كثير : 209/2)

اسلام نے چار سے زائد بیویاں رکھنے کی بالکل اجازت نہیں دی، اس لیے جو کافر مسلمان ہو جائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں، تو ان میں سے جو چار اسے زیادہ پسند ہوں، انہیں رکھ لے، باقی بیویوں کو چھوڑ دے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

۞ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لیں۔''

(سنن الدّارقطني : 271/3، المعجم الأوسط للطبراني : 1680، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 183/7، أخبار أصفهان لأبي نُعَيم الأصبهاني :295/1، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِجَالُ إِسْنَادِهٖ ثِقَاتٌ .

''اس کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''(التلخيص الحبير : 169/3)

سوال: کیا نکاح میں ایجاب وقبول ضروری ہے؟

جواب: نکاح میں بنیادی شرط ایجاب وقبول ہے، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

سوال: نکاح میں دولہا سے چھے کلمے سننا کیسا ہے؟

جواب: حرج نہیں، البتہ یہ نکاح کا حصہ نہیں۔

سوال: نکاح میں کتنے گواہ ہونے چاہیے؟

جواب: کم از کم دو گواہ۔

سوال: اگر عورت خود مرد سے کہے کہ میں خود کو آپ کے نکاح میں دیتی ہوں اور مرد کہے کہ قبول ہے، تو کیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

جواب: اگر عورت ولی کی رضا مندی اور گواہوں کی موجودگی میں کہہ رہی ہے، تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

سوال: مہر مقرر کیے بغیر نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: مہر مقرر کیے بغیر نکاح ہو جاتا ہے۔ البتہ مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، مطلب کوئی کہے کہ ہم نے بغیر مہر کے نکاح کرنا ہے، تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ اگر کہا جائے کہ ہم مہر دیں گے، کتنا دیں گے؟ یہ طے نہیں ہوا، تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

❀ **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**

﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النّساء: ٤)

''عورتوں کو ان کے مہر بخوشی ادا کرو۔''

❀ **علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) لکھتے ہیں:**

هٰذِهِ الْآيَةُ تَدُلُّ عَلٰى وُجُوبِ الصَّدَاقِ لِلْمَرْأَةِ، وَهُوَ مُجْمَعٌ

عَلَيْهِ وَلَا خِلَافَ فِيهِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ عورت کو مہر دینا واجب ہے۔ یہ اجماعی و اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(تفسیر القرطبي : 24/5)

سوال: دو گواہ موجود ہیں، حق مہر بھی ہے، ایجاب و قبول بھی ہوا، مگر ولی کی اجازت نہیں، کیا نکاح منعقد ہو جائے گا؟

جواب: لڑکی کے ولی کی اجازت یا رضا مندی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ یہ نکاح کی شرائط میں سے ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : ٢٣٢)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو، پھر وہ اپنی مقررہ عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

یہ آیت دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں، اس آیت میں اولیاء کو خطاب ہے، اس سے عورت کے نکاح میں ان کا اختیار اور حق ثابت ہوتا ہے۔

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''اس آیتِ کریمہ میں واضح دلالت ہے کہ ان لوگوں کی بات صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ عصبہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، کیونکہ اگر عورت نکاح کرنا چاہے تو اس کو روکنے سے اللہ تعالیٰ نے ولی کو منع فرما دیا ہے، اگر عورت بغیر ولی

کے خود اپنا نکاح کر سکتی ہوتی یا جسے چاہے اپنا ولی بنا سکتی ہوتی تو اس کے ولی کو نکاح کے سلسلے میں اسے روکنے کی ممانعت کا کوئی معنیٰ مفہوم نہیں، کیونکہ اس صورت میں ولی کے پاس عورت کو روکنے کا کوئی راستہ ہی نہیں، اس لیے کہ وہ جب چاہتی خود اپنا نکاح کر لیتی یا جسے وہ خود اپنا ولی بناتی وہ اس کا نکاح کر دیتا (اصلی ولی کو منع کرنے کا کوئی مطلب ہی نہ ہوتا)۔'' (تفسير الطّبري : ٢/٤٨٨)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت میں دلیل ہے کہ عورت خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، بلکہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے، یہی بات امام ترمذی اور امام ابن جریر رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر :564/1)

اس آیت کریمہ کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔

❁ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے، میرا ایک چچا زاد بھی آیا، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے) نکاح کے پیغام آنے لگے، تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آ گیا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی اپنی بہن کا نکاح تجھ سے نہیں کرے گا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ

يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ......﴾ پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔"

(صحيح البخاري : 5130، سنن أبي داوٗد : 2087، واللّفظ لهٗ)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں، کیونکہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی، اگر معاملہ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا، تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (ان کو اپنے سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ معاملہ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے، ہاں عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔"

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2981)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کا اختیار اولیا کو سونپا ہے، نہ کہ خود عورتوں کو، نیز دلیل ہے کہ نکاح کا کچھ بھی اختیار خواتین، خواہ وہ شوہر دیدہ ہی ہوں، کو حاصل نہیں ہے۔"

(المستدرك للحاكم، تحت الحديث : 2719)

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

(النّساء : ٢٥)

''تم ان کے گھر والوں کی اجازت کے ساتھ ان سے نکاح کرو اور انہیں معروف طریقے سے حق مہر ادا کرو۔''

امام ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ﴾ بِإِذْنِ أَرْبَابِهِنْ وَأَمْرِهِمْ إِيَّاكُمْ بِالنِّكَاحِ وَرِضَاهُمْ.

''ان عورتوں کے سرپرستوں کی اجازت، نکاح کے بارے میں ان کے حکم اور رضامندی سے (نکاح کرو)۔''(تفسير الطّبري : ١٩/٤)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا﴾(البقرة : ٢٢١)

''تم (اپنی عورتوں کا) مشرکین سے نکاح نہ کرو، تا آنکہ وہ ایمان لے آئیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

''اس آیت اور بعد والی آیت سے استدلال کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بارے میں مردوں کو مخاطب کیا ہے، عورتوں کو نہیں، گویا یوں فرمایا ہے کہ اے ولیو! تم اپنی زیرِ ولایت عورتوں کا مشرکین سے نکاح نہ کرو۔''

(فتح الباري : 184/9)

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنكِحُوْا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ﴾(النّور : ٣٢)

''اپنے بے نکاح مردوں وعورتوں کا نکاح کرو۔''

اس آیت سے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جاہلیت میں نکاح کی صورتیں بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

''دورِ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے، ان میں سے ایک تو وہی ہے جو آج لوگ اختیار کرتے ہیں، یعنی ایک آدمی دوسرے آدمی کی طرف اس کی زیرِ ولایت عورت یا بیٹی کے بارے میں پیغامِ نکاح بھیجتا، پھر اس عورت کو حق مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔۔۔۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق دے کر مبعوث فرمائے گئے تو آپ نے جاہلیت کے سارے نکاح ختم کر دیئے سوائے اس نکاح کے جو لوگ آج کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 5127)

امامِ بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں موجود إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ کے الفاظ سے ثابت کیا ہے کہ ولی کی اجازت نکاح میں ضروری ہے، کیونکہ جس نکاح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا ہے، اس کا انداز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہی بیان کیا ہے کہ ولی خود عورت کا نکاح کرے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ فرمانِ باری تعالیٰ:

﴿وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾(النّساء : ۱۲۷)

''وہ (بھی فتویٰ دیتا ہے تم کو) ان کی بابت جو پڑھا جاتا ہے تم پر کتاب میں یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کے مقرر کردہ حق مہر ادا نہیں کرتے اور تم

ان سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتے۔''

ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں نازل ہوا جو کسی ایسے آدمی کے پاس ہو، جس کے مال میں وہ شریک ہو، وہ آدمی اس لڑکی سے نکاح کا زیادہ مستحق ہے، لیکن وہ اس سے نکاح کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتا اور اسے دوسروں سے نکاح کرنے سے بھی روکتا ہے، اس ڈر سے کہ کہیں کوئی اس کے مال میں شریک نہ ہو جائے۔''

(صحيح البخاري : 5128)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا ابنِ حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے، مدینہ میں فوت ہو گئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو پیشکش کی، میں نے کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں، انہوں نے فرمایا: میں غور و فکر کروں گا، (پھر بتاؤں گا)، میں کچھ راتیں ٹھہر گیا، پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور فرمایا: میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ میں اس وقت شادی نہ کروں۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: اگر آپ چاہیں، تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں (آخر ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا)۔''

(صحيح البخاري : 5129)

ان دونوں حدیثوں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ پہلی حدیث میں نکاح سے روکنے کی نسبت ولی کی طرف کی گئی ہے اور اس بات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، اگر اسلام میں ولی کے پاس عورت کو نکاح

سے روکنے کی اتھارٹی ہے ہی نہیں، تو اس آیت کے نزول کا کوئی مقصد نہ ہوا، حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔

دوسری حدیث میں بھی واضح ہے کہ باوجود بیوہ ہونے کے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے نکاح کا انتظام ان کے ولی یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، نیز إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ. (اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حفصہ کا نکاح کر دوں) کے الفاظ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت کے ضروری ہونے پر صریح ہیں، کیونکہ اگر ولی کو کوئی اختیار نہ ہو، تو اس کی طرف نکاح کی نسبت کرنا لغت و عقل دونوں کے خلاف ہے۔

❀ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بَوَلِيٍّ. ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(المستدرك للحاكم: 173/2، ح: 2717، وسندهٗ حسنٌ والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (۷۰۲)، امام ابن حبان (۴۰۸۳)، امام علی بن المدینی (المستدرک للحاکم: ۲/ ۱۷۰، الکبریٰ للبیہقی: ۷/ ۱۰۸)، امام محمد بن یحییٰ ذہلی (المستدرک للحاکم: ۲/ ۱۷۰)، امام عبد الرحمٰن بن مہدی (المستدرک للحاکم: ۲/ ۱۷۰)، امام بخاری (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/ ۱۰۸) امام بزار (تحت: ۳۱۱۶) امام ابن منذر (الاوسط: ۸/ ۲۶۰) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(التيسير: ۵۰۲/۲، فيض القدير: ۴۳۷/۶، نظم المتناثر للكتاني، ص ۱۴۷)

یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

❀ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں، کیونکہ نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ کمال کی نفی۔''

(سُبُل السّلام : 117/3)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے، تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان (باپ کے علاوہ ولیوں) میں اختلاف ہو جائے، تو حاکمِ وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہیں ہے۔''

(مسند إسحاق : 499، مسند الإمام أحمد : 165/6، مسند الحميدي : 228، مسند الطّيالسي (منحة : 305/1)، سنن أبي داوٗد : 2083، سنن ابن ماجه : 1879، سنن الترمذي : 1102، السّنن الكبرىٰ للنسائي : 5394، مسند أبي يعلٰى : 2083، سنن الدّارقطني : 221/3، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 105/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (معجم الشیوخ: ۲۳۴) نے ''حسن''، جبکہ امام ابن الجارود (۷۰۰)، امام ابوعوانہ (۴۲۵۹)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری: ۱۹۱/۹)، امام ابن حبان (۴۰۷۴، ۴۰۷۵)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ: ۱۰۷/۷)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق: ۲/ ۲۵۵) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كُلُّهُمْ ثِقَةٌ حَافِظٌ .

''تمام راوی ثقہ اور حافظ ہیں۔'' (معرفة السّنن والآثار : ۲۹/۱۰)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ جَلِيلٌ فِي هٰذَا الْبَابِ : «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ»، وَعَلٰى هٰذَا الْاِعْتِمَادُ فِي إِبْطَالِ نِكَاحٍ بِغَيْرِ وَلِيٍّ .

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، اس بارے میں یہ حدیث عظیم الشان ہے اور بغیر ولی کے نکاح کو باطل قرار دینے پر اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 1115/3 ، وفي نسخة : 266/3)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ بُطْلَانِ النِّكَاحِ الَّذِي نُكِحَ بِغَيْرِ وَلِيٍّ .

''ولی کے بغیر کیے گئے نکاح کے باطل ہونے کا بیان۔''

(صحيح ابن حبان : 384/9)

❁ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' کہا ہے۔

(التيسير في شرح الجامع الصّغير : 502/2)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ، لَا نِكَاحَ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيٍّ .

''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، اس کا نکاح باطل ہے، ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔''

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : 111/7 ، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ . ''یہ سند صحیح ہے۔''

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول سے (ولی کی اجازت کے متعلق متواتر) روایات ثابت ہیں، ہمارے علم کے مطابق کسی صحابی سے ہمارے مؤقف کے خلاف ثابت نہیں۔ جب ایک مسئلہ قرآن اور احادیث رسول سے ثابت ہو جائے، تو اسے کسی بھی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں۔''

(الأوسط في السُّنن : 268/8)

سوال: نکاح میں گونگے سے ایجاب وقبول کیسے کروایا جائے گا؟

جواب: اگر گونگا لکھنا پڑھنا جانتا ہے، تو لکھ کر ایجاب وقبول کروایا جائے گا۔ اگر لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، تو اشارے سے ایجاب وقبول کروایا جائے گا۔

سوال: کیا نکاح میں عورت کی رضامندی ضروری ہے؟

جواب: عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں۔

❁ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہا شوہر دیدہ تھیں، ان کا نکاح ان کے والد نے کر دیا، مگر وہ انہیں وہ نکاح پسند نہ تھا، تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں (اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا،) تو رسول اللہ ﷺ نے وہ نکاح رد (فسخ) کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 6945)

سوال: کیا ایجاب وقبول میں ''ان شاء اللہ'' کہنے سے نکاح منعقد ہوگا؟

جواب: ایجاب وقبول میں ان شاء اللہ نہیں کہنا چاہیے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہو

گا۔ بلکہ بالجزم کہنا چاہیے کہ میں قبول کرتا ہوں۔

(سوال): نابالغ لڑکے کا نکاح ہو، تو ایجاب وقبول لڑکا کرے گا یا اس کا ولی؟

(جواب): ایجاب وقبول لڑکا ہی کرے گا، مگر بلوغت کے بعد لڑکے اور لڑکی دونوں کو نکاح باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا، جسے ''خیار بلوغ'' کہتے ہیں۔

(سوال): نکاح منعقد ہونے کے لیے کتنی بار ایجاب وقبول کرانا ضروری ہے؟

(جواب): ایک بار ایجاب وقبول کرانے سے نکاح منعقد ہوگیا۔ تین بار ایجاب وقبول کرانا انعقاد نکاح کے لیے ضروری نہیں۔

(سوال): لڑکی کے ولی کی اجازت کافی ہے یا اس کا بوقت ایجاب وقبول حاضر ہونا بھی ضروری ہے؟

(جواب): ولی کی اجازت اور رضا مندی کافی ہے، بوقت ایجاب وقبول حاضر ہونا ضروری نہیں۔

(سوال): عورت مکان میں تنہا تھی، اس نے گواہوں کے سامنے ایجاب کیا، مرد نے قبول کرلیا، کیا نکاح منعقد ہوا؟

(جواب): اگر عورت کے ولی کی اجازت موجود ہے، تو یہ نکاح منعقد ہوگیا اور اگر ولی راضی نہیں، تو ولی کی اجازت کے بغیر کیا گیا نکاح باطل ہے، منعقد نہیں ہوتا۔

(سوال): مرد اپنے والدین سے خفیہ نکاح کرلے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): اگر لڑکی کے ولی کی اجازت ہو، شادی کے دو گواہ بھی موجود ہوں، تو لڑکے کا اپنے والدین سے خفیہ کیا گیا نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔